آخری قسط:

مفتی محمد راشد ڈسکوی*

# رمضان اور زکوٰۃ

**دوسری قسم کا نصاب (زکاۃ لینے والے کیلئے)** اس نصاب میں مذکورہ نصاب (یعنی پہلی قسم کے نصاب کی تمام صورتوں) کے ساتھ ضرورت سے زائد سامان کو بھی شامل کیا جائے گا، اور یہاں بھی وہ تمام صورتیں بنیں گی جو پہلی قسم کے نصاب میں بنتی تھیں، مثلاً:

(1) اگر کسی کے پاس صرف ''سونا'' اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو تو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جا سکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسی شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔

(2) اگر کسی کے پاس صرف ''چاندی'' اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مال تجارت) نہ ہو تو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جا سکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔

(3) اگر کسی کے پاس صرف ''نقدی'' اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مال تجارت) نہ ہو تو جب ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جا سکے، تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔ اور اگر ان دونوں کی قیمت اتنی نہ ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جا سکے تو ایسے شخص کا زکاۃ لینا جائز ہے۔

(4) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو (چاہے جتنا بھی ہو)۔

(5) اگر کسی کے پاس سونا، نقدی اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔

(6) اگر کسی کے پاس سونا، مال تجارت اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔

---

* استاذ و رفیق شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ فاروقیہ کراچی

(7) اگر کسی کے پاس چاندی، نقدی اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔

(8) اگر کسی کے پاس چاندی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ہو۔

(9) اگر کسی کے پاس (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔

(10) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، مالِ تجارت ہو اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔

(11) اگر کسی کے پاس (پانچوں مال) سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو تو ان تمام صورتوں میں ان تمام اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر انکی قیمت ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کا زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔ اور اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں صاحب نصاب نہیں کہلاتا، یعنی اس شخص کا زکاۃ اور ہر قسم کے صدقات واجبہ لینا جائز ہوگا۔

(بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، مصارف الزکاۃ: 2/158، دار إحیاء التراث العربي)

ضرورت سے زائد سامان: وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں، جن کی سالہا سال ضرورت نہیں پڑتی، کبھی کبھار ہی استعمال میں آتی ہیں، مثلاً: بڑی بڑی دیگیں، بڑی بڑی دریاں، شامیانے یا برتن وغیرہ۔

(الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول فی تفسیر الزکاۃ: 1/174، رشیدیہ)

الف: وی سی آر۔ ڈش، ناجائز مضامین کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں جیسی چیزیں ضروریات میں داخل نہیں؛ بلکہ لغویات ہیں۔ مذکورہ قسم کا سامان ضرورت سے زائد کہلاتا ہے، اس لیے ان سب کی قیمت حساب میں لگائی جائے گی۔

ب: رہائشی مکان، پہننے، اوڑھنے کے کپڑے، ضرورت کی سواری اور گھریلو ضرورت کا سامان جو عام طور پر استعمال میں رہتا ہے، یہ سب ضرورت کے سامان میں داخل ہیں، اسکی وجہ سے انسان شرعاً مالدار نہیں ہوتا، یعنی ان کی قیمت نصاب میں شامل نہیں کی جاتی۔ (الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول فی تفسیر الزکاۃ: 1/174، رشیدیہ)

ج: صنعتی آلات، مشینیں اور دوسرے وسائل رزق (جن سے انسان اپنی روزی کماتا ہے) بھی ضرورت میں داخل ہیں ان کی قیمت بھی نصاب میں شامل نہیں کی جاتی، مثلاً: درزی کی سلائی مشین، ترکھان، لوہار اور کاشت کار وغیرہ کے اوزار، سبزی یا پھل بیچنے والی کی ریڑھی یا سائیکل وغیرہ۔

(الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول فی تفسیر الزکاۃ: 1/174، رشیدیہ)

د: اگر کسی کے پاس ضرورت پوری کرنے کا سامان ہے لیکن اس نے کچھ سامان اپنی ضرورت سے زائد بھی اپنے پاس رکھا ہوا ہے مثلاً: کسی کی ضرورت ایک گاڑی سے پوری ہو جاتی ہے لیکن اس کے پاس دو گاڑیاں ہیں، یا اس کی ضرورت ایک مکان سے پوری ہو جاتی ہے لیکن اس نے دو مکان رکھے ہوئے ہیں تو اس زائد گاڑی اور زائد مکان کی

قیمت کو نصاب میں داخل کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، مصارف الزکاۃ:2/158، دار إحیاء التراث العربي)

**زکاۃ واجب ہونے کیلئے تاریخ:** زندگی میں سب سے پہلی بار جب کسی کی ملکیت میں پہلی قسم کے نصاب کے مطابق مال آجائے، تو وہ دیکھے کہ اس دن قمری سال (چاند) کی کون سی تاریخ ہے؟ اس تاریخ کو نوٹ کرلے، یہ تاریخ اس شخص کیلئے زکوٰۃ کے حساب کی تاریخ کے طور پر متعین ہوگئی ہے۔ واضح رہے کہ زکاۃ کے وجوب اور ادائیگی کے لیے قمری سال ہونا ضروری ہے، اگر کسی کو قمری تاریخ یاد نہ ہو تو خوب غور وفکر کرکے کوئی قمری تاریخ متعین کرلینا چاہیے، آئندہ اسی کے مطابق حساب کیا جائیگا، البتہ حساب کتاب کرنے کے بعد ادائیگی زکاۃ شمسی تاریخ سے کرنا جائز ہے۔

**زکاۃ کا حساب کرنے کا طریقہ:** جس چاند کی تاریخ کو کسی کے پاس بقدر نصاب مال آیا، اس سے اگلے سال ٹھیک اسی تاریخ میں اپنے مال کا حساب کیا جائے اگر بقدر (پہلی قسم کے) نصاب کے مال ہے تو اس کل مال کا اڑھائی فیصد (2.5%) زکاۃ دینا ہوگی۔ (العالمگیریہ، کتاب الزکاۃ:1/175، رشیدیہ)

**سامان کی قیمت لگانے کا طریقہ:** ''پہلی قسم کا نصاب'' اور ''دوسری قسم کا نصاب'' پہچاننے کے طریقے میں جو یہ ذکر کیا گیا کہ ''دوسری قسم کے نصاب میں ضرورت سے زائد سامان کی قیمت لگائی جائے'' تو اس قیمت سے مراد اس سامان کی قیمت فروخت ہے نہ کہ قیمتِ خرید۔ یعنی حساب کرنے کی تاریخ میں اس سامان کی قیمت لگوائی جائے جو عام بازار میں اس کی قیمت کے برابر ہو اور عموماً اس قیمت پر وہ بک بھی جاتی ہو، اس کو نصاب میں شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح سونا، چاندی کی بھی قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً: کراچی میں کسی شخص نے کوئی چیز دس ہزار میں خریدی، پھر فروخت کرنے کے وقت اس کی قیمت پندرہ ہزار یا کم ہو کے سات ہزار ہوگئی تو قیمت فروخت والی قیمت کو زکاۃ کے لیے شمار کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم:2/286، سعید)

**مال پر سال گذرنے کا مطلب:** جس تاریخ میں زکاۃ واجب ہوئی تھی اس کے ایک سال بعد زکاۃ دی جائے گی، اس ایک سال کے گذرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پہلی تاریخ اور ایک سال کے بعد والی تاریخ میں مال نصاب کے بقدر اس شخص کی ملکیت میں رہے، ان دونوں تاریخوں کے درمیان میں مال میں جتنی بھی کمی بیشی ہوتی رہے، اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا، بس شرط یہ ہے کہ مال بالکلیہ ختم نہ ہوگیا ہو، یعنی مال کے ہر ہر جز پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے بلکہ واجب ہونے کے بعد اگلے سال اسی تاریخ میں نصاب کا باقی رہنا ضروری ہے، اگر نصاب باقی ہوا تو ادائیگی لازم ہوگی ورنہ نہیں۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، اموال الزکاۃ:2/96، دار إحیاء التراث العربي)

**مالِ تجارت کی زکاۃ کے احکام:** ''مال تجارت سے مراد'' پیچھے واضح کی جاچکی ہے کہ تاجر کی دکان کا ہر وہ سامان جو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور تاحال اسکے بیچنے کی نیت باقی ہو، تو یہ (مال تجارت) مال زکاۃ ہے۔ (اور اگر مذکورہ مال

(مالِ تجارت) کو گھر کے استعمال کیلئے رکھ لیا، یا اسکے بارے میں بیٹے یا دوست وغیرہ کو ہدیہ میں دینا طے کر لیا، یا پھر ویسے ہی اس مال کے بارے میں بیچنے کی نیت نہ رہی تو یہ مال، مالِ زکاۃ نہ رہا)۔ بعض افراد اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ تجارت کا مال صرف وہ ہے جس کی انسان باقاعدہ تجارت کرتا ہو، اور نفع کمانے کی نیت سے خرید و فروخت کرتا ہو۔ حالانکہ شرعاً کسی چیز کے مالِ تجارت بننے کیلئے اس میں مذکورہ قید ضروری نہیں، بلکہ جو چیز بھی انسان فروخت کرنے کی نیت سے خریدے وہ تجارت کے مال میں شمار ہوتی ہے، البتہ خریدتے وقت فروخت کرنے کی نیت نہ ہو تو بعد میں فروخت کر لینے کی نیت سے وہ چیز مالِ تجارت نہیں بنے گی۔ دوسری طرف وہ چیز جسے تجارت کی نیت سے خریدا تھا اگر بعد میں تجارت کی نیت بدل لی تو وہ چیز مالِ تجارت سے نکل جائیگی۔ سونا، چاندی اور نقد رقم اس تعریف سے خارج ہے، یعنی ان کیلئے کسی خاص نیت وغیرہ کی ضرورت نہیں، یہ ہر حال میں مالِ زکاۃ ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ: 2/ 267 سعید)

**تجارتی اموال سے متعلق کچھ مسائل:** تجارتی اموال سے متعلق ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

(1) جن اشیاء کو فروخت کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ ان کی ذات کو باقی رکھتے ہوئے ان سے کرایہ وغیرہ حاصل کرنا یا کسی اور شکل میں نفع کمانا مقصود ہو، تو وہ چیزیں مالِ تجارت میں داخل نہیں ہیں۔ مثلاً: کارخانوں کا منجمد اثاثہ، پرنٹنگ پریس، مشینری، پلانٹ، دوکان کا سامان، استعمال کی گاڑی، ٹریکٹر، ٹیوب ویل، کرائے پر چلانے کی نیت سے خریدی گئی گاڑی، رکشہ وغیرہ، کرائے پر دینے کی نیت سے بنایا گیا مکان یا دوکان وغیرہ، گھر کے استعمال کے برتن، کرائے پر دینے کے لیے رکھے ہوئے برتن، کراکری کا سامان، فریج، فرنیچر، سلائی یا دھلائی کی مشین، ڈرائی کلینرز کے پلانٹ وغیرہ۔ اس قسم کی چیزیں چونکہ فروخت کرنے کی نیت سے نہیں خریدی گئیں، بلکہ ان کو باقی رکھ کر ان سے نفع اٹھانا مقصود ہے، اس لیے یہ مالِ تجارت میں داخل نہیں ہوں گی اور ان پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر ان کو خریدا ہی فروخت کرنے کے لیے ہو تو یہ مالِ تجارت ہوں گی۔ اسی طرح موجودہ دور میں بعض مکینک حضرات اپنے کام کاج کے اوزاروں کے ساتھ بعض اوزاروں کو اس لیے خریدتے ہیں کہ بوقتِ ضرورت گاہکوں کی مشینری وغیرہ میں فٹ کر دیں گے، اور اس کی قیمت گاہکوں سے وصول کرلیں گے، تو یہ مال بھی مالِ تجارت میں داخل ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الزکاۃ: 2/ 267، سعید)

(2) اگر کوئی جانور بیچنے کے لیے خریدے تو وہ بھی مالِ تجارت میں داخل ہیں، ان کی زکاۃ بھی تجارت کے اموال کی طرح واجب ہوگی (احسن الفتاویٰ: 4/ 286)

قصاب جو جانور ذبح کر کے گوشت بیچتے ہیں تو یہ جانور بھی مالِ تجارت میں داخل ہیں۔ جو جانور دودھ حاصل کرنے کے لیے خریدے تو وہ مالِ تجارت میں داخل نہیں ہیں، البتہ ان کے دودھ سے حاصل ہونے والی کمائی نقد رقم میں داخل ہو کر نصاب کا حصہ بنے گی۔ (احسن الفتاویٰ: 4/ 287)

(3) اگر کسی کا پولٹری فارم یا مچھلی فارم ہو، تو ان کی زکاۃ میں یہ تفصیل ہے کہ ان کی زمین، مکان اور ان سے متعلقہ سامان پر تو زکاۃ فرض نہیں ہوتی، البتہ مرغیاں یا مچھلیاں اگر فروخت کرنے کیلئے رکھیں ہیں تو یہ مالِ تجارت ہیں اور فروخت کرنے کے لیے نہیں، بلکہ مرغیوں کے انڈے حاصل کرنے کیلئے وہ مرغیاں رکھی ہیں تو ان انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکاۃ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ:4/310) جو شخص انڈے فروخت کرنے کے لیے خرید تا ہے تو وہ انڈے مالِ تجارت ہیں، اور اگر ان انڈوں سے چوزوں کا حصول مقصود ہے تو ان بچوں کی قیمت پر زکاۃ لازم ہوگی۔

سامانِ تجارت کی قیمت لگانے کا طریقہ: ''پہلی قسم کا نصاب'' اور ''دوسری قسم کا نصاب'' پہچاننے کے طریقے میں جو یہ ذکر کیا گیا کہ ''دوسری قسم کے نصاب میں ضرورت سے زائد سامان کی قیمت لگائی جائے'' تو اس قیمت سے مراد اس سامان کی قیمت فروخت ہے نہ کہ قیمتِ خرید۔ یعنی حساب کرنے کی تاریخ میں اس سامان کی قیمت لگوائی جائے جو عام بازار میں اس کی قیمت کے برابر ہو اور عموماً اس قیمت پر وہ بک بھی جاتی ہو، اس کو نصاب میں شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح سونا، چاندی کی بھی قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً: کراچی میں کسی شخص نے کوئی چیز دس ہزار میں خریدی، پھر فروخت کرنے کے وقت اس کی قیمت پندرہ ہزار یا کم ہو کے سات ہزار ہوگئی تو قیمت فروخت والی قیمت کو زکاۃ کے لیے شمار کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم:2/286،سعید)

قرض پر زکاۃ کا حکم: جو رقم کسی کو بطور قرض دی ہو، اس کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ قرض ہے، جس کے (کبھی نہ کبھی) واپس ملنے کی امید ہو۔ دوسرا وہ قرض ہے، جس کے واپس ملنے کی (کبھی بھی) امید نہ ہو۔
تو پہلی قسم والے قرض کی زکاۃ دی جائے گی اور دوسری قسم کے قرض کی زکاۃ نہیں دی جائے گی۔ البتہ اگر کبھی یہ قرض بھی وصول ہو گیا تو اس کی بھی زکاۃ ادا کی جائے گی۔ (ہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول:1/174،175،رشیدیہ)

قرض کی تین قسمیں: پہلی قسم والے قرض کی تین قسمیں ہیں: (۱) دَین قوی (۲) دَین متوسط (۳) دَین ضعیف۔ ان تینوں قسم کے دیون (قرضوں) کے وصول ہونے پر زکاۃ کی ادائیگی کا طریقہ اور حکم قدرے مختلف ہے، ذیل میں اجمالاً دَین کی تینوں قسموں پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

دَین قوی کا حکم: اگر کسی شخص کو نقد روپیہ یا سونا یا چاندی بطور قرض دی، یا کسی شخص کے ہاتھ تجارت کا مال بیچا اور اس کی قیمت ابھی وصول نہیں ہوئی، پھر یہ مال ایک سال یا دو، تین سال کے بعد وصول ہوا تو ایسے قرض کو ''دَینِ قوی'' کہتے ہیں۔

ایسا قرض اگر چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے تو وصول ہونے پر سابقہ تمام سالوں کی زکاۃ حساب کر کے دینا فرض ہے، لیکن اگر قرض یکمشت وصول نہ ہو، بلکہ تھوڑا تھوڑا وصول ہو، تو جب چاندی کے نصاب کا

بیس فی صد (یعنی: ساڑھے دس تولے) وصول ہو جائے، تو صرف اس بیس فی صد (یعنی: ساڑھے دس تولے) کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہوگا، پھر جب مزید بیس فی صد وصول ہو جائے گا تو اس کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہوگی، اسی طرح ہر بیس فی صد وصول ہونے پر زکاۃ فرض ہوتی رہے گی اور زکاۃ سابقہ تمام سالوں کی نکالی جائے گی۔

اور اگر قرض کی رقم چاندی کے نصاب کے برابر نہیں بلکہ اس سے کم ہے تو اس پر زکاۃ فرج نہیں ہوگی، البتہ اگر اس آدمی کی ملکیت میں کچھ اور مال یا رقم ہے اور دونوں کو ملانے سے چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو جاتے ہیں تو زکاۃ فرض ہوگی۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال: 2/305،306،307، سعید)

**دَین متوسط کا حکم:** اگر کسی کو قرض نقد روپے اور سونا چاندی کی صورت میں نہیں دیا اور تجارت کا مال بھی فروخت نہیں کیا، بلکہ کوئی چیز فروخت کی جو تجارت کی نہیں تھی، مثلاً: پہننے کے کپڑے یا گھر کا کوئی سامان یا کوئی زمین فروخت کی تھی، اس کی قیمت باقی ہے، تو ایسے قرض کو "دَین متوسط" کہتے ہیں۔

تو اگر یہ قیمت طاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے اور چند سالوں کے بعد وصول ہوئی تو وصول ہونے پر سابقہ تمام سالوں کی زکاۃ اس پر فرض ہوگی اور اگر یکمشت وصول نہ ہو تو جب تک یہ قرض چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد وصول نہ ہو جائے، تب تک زکاۃ ادا کرنا فرض نہ ہوگا، البتہ وصول ہونے کے بعد گذشتہ تمام سالوں کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہے۔

اگر مذکورہ شخص صاحب نصاب ہو تو "دَین متوسط" سے جو بھی تھوڑی تھوڑی رقم ملتی رہے، اس کو اپنے پاس موجود نصاب میں ملاتا رہے اور زکاۃ دے۔ (العالمگیریہ، کتاب الزکاۃ، باب اقسام الدیون: 1/175، رشیدیہ)

**دَین ضعیف کا حکم:** کسی شخص کو نہ نقد روپیہ قرض دیا، نہ سونا چاندی فروخت کی اور نہ ہی کوئی اور چیز فروخت کی، بلکہ کسی اور سبب سے یہ قرض دوسرے کے ذمے ہو گیا، مثلاً: شوہر کے ذمے اپنی بیوی کا حق مہر ادا کرنا باقی ہو، یا بیوی کے ذمے شوہر کا بدلِ خلع ادا کرنا باقی ہو، یا کسی کے ذمے دیت ادا کرنا باقی ہو یا کسی مالک کے ذمے اپنے ملازم کی تنخواہ دینا باقی ہو، تو ایسے قرضوں کو "دَین ضعیف" کہتے ہیں۔

ایسے قرضوں پر زکاۃ کی ادائیگی کا حکم یہ ہے کہ ان اموال کی زکاۃ کا حساب وصول ہونے کے دن سے ہوگا، اس شخص پر سابقہ سالوں کی زکاۃ فرض نہیں ہوگی۔ وصول ہونے کے بعد اگر یہ پہلے سے صاحب نصاب ہو تو اس نصاب کے ساتھ اس مال کو ملا کے زکاۃ ادا کرے گا، ورنہ وصول ہو جانے کے بعد اس مال پر سال گذر جانے کے بعد زکاۃ ادا کرے گا۔ (فتح القدیر، کتاب الزکاۃ: 2/123، رشیدیہ)

اور جو ادھار خود لیا ہوا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ فوراً سارے کا سارا ادا کرنا لازم ہے، تو اس کو

نصاب سے منہا کیا جائے گا، دوسری قسم یہ کہ یک مشت اس کل رقم کی ادائیگی لازم نہیں بلکہ قسطوں میں ادا کرنا ہے تو صرف اس مہینے کی قسط نصاب سے منہا کی جائے گی۔اس کے علاوہ قرض اگر تجارت کے لئے لیا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کسی عمارت، بلڈنگ یا مشینری وغیرہ کے لیے لیا ہے تو اسے نصاب سے منہا نہیں کیا جائے گا اور اگر محض تجارت کے لیے لیا ہے تو اسے نصاب سے منہا کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ:2/263، سعید)

**بینکوں کے زکاۃ کاٹنے کا حکم:** حکومت کے آرڈیننس کے تحت حکومت بینکوں سے لوگوں کی رقمیں زکاۃ کی مد میں کاٹتی ہے۔شرعاً اس طریقے سے زکاۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی، حکومتِ وقت کے اس طرح زکاۃ کاٹنے یں شرعاً دس خرابیاں ہیں جنہیں فتاویٰ بینات جلد دوم،ص:640-635 میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، بوقتِ ضرورت وہاں مراجعت کرلی جائے۔(فتاویٰ بینات، کتاب الزکاۃ، حکومت کا مسلمانوں سے زکاۃ وصول کرنا:640-635، مکتبہ بینات)

**کمیٹی کی رقم پر زکاۃ کا حکم:** کچھ افراد مل کے کمیٹی ڈالتے ہیں، کچھ ممبروں کی کمیٹی پہلے نکل آتی ہے، مثلاً: بیس افراد نے مل ایک ایک ہزار روپے جمع کر کے کمیٹی ڈالی، ان میں سے ایک کی کمیٹی پہلی نکل آئی، اب اس شخص کے پاس انیس ہزار روپے دوسروں کے ہیں اور ایک ہزار اپنا، تو یہ شخص اگر صاحب نصاب ہے تو یہ اپنے ایک ہزار روپے کو اس نصاب میں داخل کرے گا، انیس ہزار کو نہیں، اسی طرح ہر ممبر صرف اتنی رقم نصابِ زکاۃ میں جمع کرے گا، جتنی اس نے ابھی تک جمع کروائی تھی، البتہ آخری شخص پورے بیس ہزار کو اپنے نصاب میں شامل کرے گا، اور اگر یہ مذکورہ افراد صاحبِ نصاب نہی ہوں تو اس نکلنے والی کمیٹی کی رقم پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی

(الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول فی تفسیر الزکاۃ:1/173، رشیدیہ)

**خلاصہ کلام:** آخر میں بطورِ خلاصہ ان تمام اثاثوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن پر زکاۃ واجب ہوتی ہے اور جن پر واجب نہیں ہوتی: وہ اثاثے جن پر زکاۃ واجب ہوتی ہے:

(1) سونے کی مارکیٹ ویلیو (خواہ سونا زیور کی صورت میں ہو، یا کسی بھی شکل میں ہو)۔(2) چاندی کی مارکیٹ ویلیو (خواہ چاندی زیور کی صورت میں ہو یا کسی بھی شکل میں ہو)۔(3) نقد رقم۔(4) کسی کے پاس رکھی گئی امانت (خواہ رقم ہو یا سونا، چاندی)۔(5) بینک بیلنس۔(6) غیر ملکی کرنسی کی مارکیٹ ویلیو۔(7) کسی بھی مقصد (مثلاً: حج، بچوں کی شادی یا مکان وغیرہ کی خریدنے) کیلئے رکھی ہوئی رقم۔(8) حج کے لیے جمع کروائی ہوئی وہ رقم، جو معلم کی فیس اور کرایہ جات وغیرہ کاٹ کر واپس کر دی جاتی ہے۔(9) بچت سرٹیفکیٹ مثلاً: FEBC،NDFC،NIT، کی اصل رقم (اگر چہ ان کا خریدنا ناجائز ہے)۔(10) پرائز بانڈز کی اصل قیمت (اگر چہ ان کی خرید وفروخت اور ان پر ملنے والا انعام جائز نہیں ہے)۔(11) انشورنس پالیسی میں جمع کردہ اصل رقم (اگر چہ مروجہ انشورنس کی تمام صورتیں ناجائز

ہیں)۔(12) قرض دی ہوئی رقم (بشرطیکہ واپس ملنے کی امید ہو)۔(13) کسی بھی مقصد کے لیے دی ہوئی ایڈوانس رقم، جس کا اصل یا بدل اسے واپس ملے گا۔(14) سیکورٹی ڈیپازٹ کے طور پر جمع کردہ رقم۔(15) بی سی (کمیٹی) میں جمع کروائی ہوئی رقم (بشرطیکہ ابھی تک کمیٹی نکلی نہ ہو)۔(16) تجارتی یا تجارت کی نیت سے خریدے گئے حصص۔ (17) شرکت والے معاملے میں اپنے حصے کے قابل زکاۃ اثاثوں کی رقم بمع نفع۔(18) بیچنے کے لیے خریدا ہوا سامان، جائیداد، حصص اور خام مال۔(19) تجارت کے لیے خریدی ہوئی پراپرٹی۔(20) ہر قسم کے تجارتی مال کی مارکیٹ ویلیو (یعنی: قیمتِ فروخت)۔(21) فروخت شدہ چیزوں کی قابلِ وصول رقم۔(22) تیار مال کا اسٹاک۔ (23) خام مال۔

## جو رقم مالِ زکاۃ سے منہا کی جائے گی:

(1) ادھار لی ہوئی رقم۔(2) خریدی ہوئی چیز کی واجب الاداء قیمت۔(3) کمیٹی حاصل کرنے کے بعد بقیہ اقساط کی رقم۔(4) ملازمین کی تنخواہ، جس کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہو چکی ہے۔(5) یوٹیلیٹی بلز، کرایہ وغیرہ جن کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہو چکی ہو۔(6) گزشتہ سالوں کی زکاۃ اگر ابھی تک ادا نہ کی گئی ہو۔(7) قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی واجب الاداء قسطیں۔

اب ماقبل میں ذکر کیے گئے "وہ اثاثے جن پر زکاۃ واجب ہوتی ہے" کی تمام صورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی کل قیمت جمع کرلیں، پھر "جو رقم مالِ زکاۃ سے منہا کی جائے گی" میں ذکر کی گئی صورتوں کے ہونے کی صورت میں تمام چیزوں کی قیمت جمع کر کے پہلی رقم میں سے نفی کرلیں، اب جو رقم باقی بچے، اس کا چالیسواں حصہ (یعنی: ڈھائی فی صد) بطورِ زکاۃ نکال کر مستحقین تک پہنچائیں۔

## ناقابلِ زکاۃ اثاثے:

(1) رہائشی مکان، ایک ہو یا زیادہ۔(2) دوکان، البتہ دوکان کا مال مالِ زکاۃ ہوتا ہے۔(3) فیکٹری کی زمین، بشرطیکہ فروخت کی نیت سے نہ لی گئی ہو۔ (4) دوکان، گھر، فیکٹری کا فرنیچر۔(5) زرعی زمین، بشرطیکہ فروخت کی نیت نہ ہو۔(6) کرایہ پر دیا ہوا مکان، دوکان یا فلیٹ۔(7) مکان، دوکان، اسکول یا فیکٹری بنانے کے لیے خریدا ہوا پلاٹ۔(8) کرایہ پر چلانے کے لیے ٹرانسپورٹ گاڑی، مثلاً: ٹیکسی، رکشہ یا بس وغیرہ۔

مذکورہ اشیاء پر زکاۃ واجب نہیں ہوتی۔ نوٹ: زکاۃ سے متعلق مندرجہ بالا مضمون صرف مسئلہ زکاۃ سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے ہے، اس کے علاوہ زکاۃ کے متعلق کوئی اور مسائل درپیش ہوں، تو اپنے قریبی مستند دارالافتاء سے رابطہ کر کے پوچھ لیے جائیں۔